⊙ ڈاکٹر عذرا پروین

ایسوسی ایٹ پروفیسر، شعبہ عربی، بہاء الدین زکریا یونیورسٹی، ملتان

⊙⊙ ڈاکٹر نازیہ راحت

ایس ایس ٹی، گورنمنٹ گرلز ہائی سکول، چیچہ وطنی، پاکستان

عربی ادبیات میں محمد کاظم اور خورشید رضوی کا تخصص
(تقابلی جائزہ)

Abstract:

This article deals withtwo famous authors of Urdu literature namely, Muhammad Kazim and KhrsheedRizvi. It is related to their field of specializationin Arabic literature. Both the researchers were not only interested in Urdu literature but had a special interest in Arabic literature as well and because of this reason they not only read extensively about Arabic literature but also wrote several books on it, which are an evidence of their grip on Arabic literature. Furthermore they have also translated several books from Arabic into Urdu. After a comparison between these two authors with each other, it becomes obvious that Muhammad Kazim, when compared to Khurshed Rizvi has explained in more detail about his own writing detail on Arabic literature. Khursheed Rizvi mentions about his writings very precisely. As for instance, in his books the history of Arabic literature from the age of ignorance to the modern tines he mentions the poets and prose writers of Arabic literature from then till new. On the other hand, Khursheed Rizvi mentions only the period of Bannu Ommaya. However, the brilliance of both the authors in Arabic literature is of high value.

Keywords:

Arabic Kazim Khursheed Rizvi Comparison Bannu Ommaya Urdu

کوئی بھی ادیب یا شاعر جب لکھتا ہے تو اس کا کوئی نہ کوئی مقصد ضرور ہوتا ہے۔عموماً لکھنے کی وجہ اپنی ذات سے معرفت کا حصول بھی ہوتا ہے۔ یہ عمل اپنے اندر ایسی مسرت اور سرشاری کی کیفیت رکھتا ہے کہ اپنے ہونے کا احساس پانیاور صلاحیتوں کو جانچنے کے لیے وہ تخلیقی عمل سے بار بار گزرتا ہے۔ یوں تو ہر انسان کچھ خاص رجحانات لے کر پیدا ہوتا ہے اور خود پر گزرنے والے حالات کو اپنے مخصوص نقطہ نظر سے احاطہ تحریر میں لاتا ہے۔ باشعور فرد اپنے ماحول اور عہد حاضر کے تقاضوں سے ضرور متاثر ہوتا ہے۔ کیونکہ معاشرہ اجتماعی شعور سے تشکیل پاتا ہے۔تنہا فرد اس قطرے کی مانند ہے جو دریا سے الگ ہونے کی بنا پر خاک کا رزق بن جاتا ہے۔ وہی تخلیقات حیات دوام پاتی ہیں جو اپنے عہد کے سماجی وسیاسی رجحانات کی نمائندگی کرتی ہیں۔ چاہے نظم ہو یا نثر ان کے مطالعے سے اس عہد اور معاشرے کے شعرا و ادبا کے ساتھ دیگر افراد کی چلتی پھرتی تصویریں ہمارے سامنے آجاتی ہیں۔عربی زبان کے حوالے سے اگر دیکھیں تو عربی ادب بھی ہمہ گیر تہذیب وتمدن کی دین ہے۔اس کے ارتقاء میں ایک سے زیادہ نسلی ولسانی قومیتوں اور ثقافتوں نے حصہ لیا ہے۔کسی بھی زبان کی قدامت کا تعین اس کے ادب کے قدیم ترین باقیات سے کرنے کا رجحان تسلی بخش قرار نہیں دیا جا سکتا کیونکہ ادب کی تخلیق سے پہلے زبان کو ادبی اظہار کی سطح پر پہنچنے کے لیے بڑا کٹھن اور طویل صبر آزما سفر کرنا پڑتا ہے۔

موجودہ دور کے جدت پسند تقاضوں نے ہمارے معاشرے کے بیشتر افراد کی عربی ادب سے دلچسپی کو ختم کر دیا ہے۔عربی علوم اور زبان وادب سے دلچسپی محض ضرورت یا پھر چند لوگوں کے ذوق کی حد تک ہے۔ایسے میں وہ افراد یقیناً لائق تحسین ہیں جنہوں نے عربی ادب کے فروغ اور اردو داں طبقے کو اس سے متعارف کرانے میں نمایاں کردار ادا کیا۔ان میں محمد کاظم اور ڈاکٹر خورشید رضوی کی ادبیات عربی کے حوالے سے تحقیق وتنقید کا جائزہ نہ لینا اور ان کی محنت شاقہ کا اعتراف نہ کرنا گویا ادبی بددیانتی کے مترادف ہے۔محمد کاظم نے عربی ادبیات کا جائزہ لیتے ہوئے جن مآخذات کو حوالہ بنایا ان میں سے چند یہ ہیں:

عربی ادب کی تاریخ (جلد اول وجلد دوم)	ڈاکٹر عبدالحلیم ندوی
عربی شاعری: ایک تعارف (آغاز تا عہد بنی امیہ)	ڈاکٹر خورشید رضوی
کلیة ودمنة	ابن المقفع
عربی ادب دیار غیر میں	سید ضیاالحسن ندوی
تالیف (مجموعہ مضامین)	ڈاکٹر خورشید رضوی
اردو دائرہ معارف اسلامیہ	محمد کاظم
تاریخ الادب العربی	احمد حسن زیات
الوسیط فی الادب العربی وتاریخه	مصطفیٰ عنانی واحمد الاسکندری
الشعر والشعراء	ابن قتیبہ
شرح المعلقات السبع	للزوزنی

مصنف نے عربی ادب کی تاریخ کی چند کتب کے بارے میں بتایا ہے جنہیں وہ بوجوہ نہیں دیکھ سکا۔ڈاکٹر خورشید رضوی نے

عربی ادبیات کا جائزہ لینے کے دوران جن کتب سے استفادہ کیا ان میں سے چند یہ ہیں:

الکامل فی التاریخ	ابن الاثیر، عزالدین، علی
ادباء العرب	بطرس البستانی
بیان القرآن	اشرف علی تھانوی
مقدمہ شعروشاعری	خواجہ الطاف حسین حالی
مصادر الشعر الجاھلی	ناصرالدین الاسد
عربی ادب میں مطالعے	محمد کاظم
فی الادب الجاھلی	طٰہٰ حسین
تاریخ الادب العربی	احمد حسن الزیات

مصنف نے ان کے علاوہ کثیر تعداد میں عربی، فارسی اور اردو کتب کی بطور مآخذ و مصادر فہرست دی ہے جن کا یہاں فرداً فرداً تذکرہ ممکن نہیں۔

محمد کاظم کا براہ راست عربی ادب سے کوئی تعلق نہیں بنتا۔ بلحاظ پیشہ ورانہ مصروفیت دیکھا جائے تو اس کی دنیا بالکل مختلف ہے۔ ہمارا موضوع اس کی وہ تحاریر ہیں جو اس نے عربی ادبیات کے تعارف کے حوالے سے اردو میں لکھیں۔ اس سے پہلے وہ مختلف عربی رسائل میں عربی زبان میں لکھتا تھا۔ وہ زمانہ طالب علمی سے ہی جماعت اسلامی سے وابستہ ہو گیا تھا۔ محمد کاظم کا فنون میں پہلا مضمون 'الف لیلہ عربی ادب'، شمارہ نمبر ۴ میں جنوری ۱۹۶۴ء میں شائع ہوا۔ جس پر مدیر فنون کی طرف سے بے حد پذیرائی نے اسے مزید ہمت دلائی۔ محمد کاظم نے عربی ادب کا جائزہ لیتے ہوئے عرب قوم کی تاریخ، علاقے مشہور قبائل اور قبل از اسلام عربوں کی معاشرتی، سیاسی، مذہبی اور فکری زندگی کا تعارف مختصر مگر جامع انداز میں دیا ہے۔ اس کے بعد اصل موضوع عربی ادب کا جائزہ لیتا ہے۔ اس کے مختلف ادوار کا سیاسی تذکرہ محض پس منظر میں لیتا ہے لیکن وہ اصل موضوع عربی ادبیات میں شاعری اور نثر کا مختلف حوالوں سے جائزہ لیتا ہے (۱)۔ شاعری میں سبع معلقات کے ساتھ شعرا اور ان کے سرخیل اول امرؤالقیس کی شاعری کے فکری پس منظر سے بحث کرتا ہے۔ وہ الملک الضلیل (شاہ گم کردہ راہ) کے لقب سے کیوں مشہور ہوا۔ وہ اس کردار کو تمام عیش و طرب کے باوجود اس طرح پیش کرتا ہے کہ اس سے نفرت کی بجائے ترحم کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔

> ''ناصحا! مجھے زیادہ ملامت نہ کر کہ اس زندگی کے تجارب اور میرے حسب نسب کے لائے ہوئے
> مصائب میرے لئے کافی ہیں......
> میری رگوں کا رشتہ یہ میری روح اور میرا جسم بھی لے لے گی اور میں خاک میں مل جاؤں گا میں
> حوادث ایام سے کسی نرمی کی امید رکھوں؟ جبکہ انہوں نے ان مہیب ادوار میں پرصلابت چٹانوں
> کو بھی نہیں چھوڑا تھا!''(۲)

مصنف جاہلی شاعری کی خصوصیات پر بحث کرتا ہے۔ معلقات کے علاوہ جاہلی دور کے اہم شعرا نابغہ ذبیانی اور اعشیٰ کی

شاعری اور فکر پر بحث کی ہے۔ جاہلی شاعری کے وہ شعراء جنہیں ''صعالیک شعراء'' کہا جاتا ہے۔ ان میں تأبط شرا اور شنفریٰ کے حالات زندگی اور کلام کا جائزہ لیا ہے کہ یہ لوگ حیوانیت کے قریب زندگی گزارنے کے باوجود قادر الکلام شاعر تھے۔ جاہلی نثر میں خطبات وضرب الامثال کا ذکر کرتا ہے۔ خطبات میں دو اہم نام قس بن ساعدہ اور عمرو بن معدیکرب ہیں۔ صدر اسلام اور اموی خلافت کے دور کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف ان کی معاشرتی زندگی کے مختلف نظاموں کا مختصراً حال بیان کرتے ہوئے عربی ادب پر اسلام کے اثرات کا جائزہ لیتا ہے۔ پھر مخضرم شعراء میں کعب بن زہیر، خنساء، حسان بن ثابت اور حطیہ کے حالات زندگی اور کلام کے کچھ نمونے پیش کرتا ہے۔ پھر اموی دور کے شاعر جمیل بن معمر کے حالات زندگی اور کلام کا جائزہ لیتا ہے جس کی محبت کا مقصد محبوب کے ساتھ جنسی ملاپ نہیں بلکہ اس کی روح اور شخصیت سے گہری وابستگی تھی۔ اس دور میں اس محبت کو پاکیزہ محبت ''الھوی العذری'' کہا جاتا تھا۔ اس عشاق قبیلے کے چند اور افراد جن میں کثیر اس کی محبوبہ عزّہ جو کثیر عزہ کی نسبت سے مشہور ہوا۔ قیس بن الملوح اپنی لیلیٰ کے نام سے لیلیٰ مجنوں اسی طرح ایک اور عاشق قیس بن ذریح محبوبہ لبنیٰ کے نام سے قیس لبنیٰ مشہور ہوا۔ لیلیٰ مجنوں دونوں حقیقی کردار تھے بعد میں ان کے حوالے سے اکثر واقعات من گھڑت تھے۔ مصنف اس دور کی مناسباتی شاعری کے حوالے سے اخطل، فرزدق، جریر اور نصیب کا ذکر کرتا ہے۔ مذکورالاول تین شعراء کے حالات زندگی، شاعری اور فکر کا جائزہ تفصیل سے لیا گیا ہے۔

مصنف نے صدر اسلام اور اموی دور کی نثر میں خطبات کی بلاغت کا ذکر کرتے ہوئے سب سے موثر خطیب حضرت محمدؐ کو قرار دیا ہے۔ اس کے بعد صحابہ میں حضرت ابو بکر صدیقؓ، حضرت عمرؓ، حضرت علیؓ نے خطابت میں اعلیٰ نمونے پیش کیے۔ اسی زمانے میں سحبان بن وائل، زیاد بن ابیہ جو ایک کسبی لونڈی سمیہ کے بطن سے ابوسفیان کا بیٹا تھا لیکن وہ حضرت عمرؓ کے خوف سے اسے اپنا نسب نہ دے سکا۔ اس کے بعد حجاج بن یوسف کا نام بطور خطیب نمایاں ہے۔ اموی دور میں عربی زبان میں انشاء پردازی میں نثر کے ارتقاء میں اہم کردار ادا کرنے والا عبدالحمید الکاتب ہے۔ مصنف نے اس کے حالات زندگی اور نثر کے نمونے بھی پیش کیے ہیں۔

عباسی دور کے ادب کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف نے پہلے اس دور کے نثر نگاروں کا تذکرہ جامع انداز میں کیا ہے۔ اس حوالے سے مصنف نے مختلف طبقات کے چند اہم نثر نگاروں کے حالات زندگی اور نثر کے نمونے پیش کیے ہیں۔ ان میں ابن المقفع، جاحظ، ابن العمید، صاحب بن عباد، خوارزمی نمایاں ہیں۔ اس کے علاوہ عربی نثر کی نئی صنف 'مقامہ' جو ایک مختصر حکایت یا ڈرامائی واقعہ ہوتا ہے کے دو اہم نام بدیع الزمان ہمذانی اور حریری کے حالات زندگی اور نمونہ نثر کا جامع انداز میں جائزہ لیا ہے۔ مصنف عباسی دور کے اُن دو اکابر ادبا کا ذکر کرتا ہے جنہوں نے شاعری کے انتخاب، تنقید اور علم وادب کی متعدد شاخوں میں قابل قدر کام کیا اور ایسی تصانیف چھوڑیں جو کلاسیک کا درجہ رکھتی ہیں۔ ان میں ابن قتیبہ اور ابوالعباس المبرو نمایاں نام ہیں۔ مصنف نے مختصر مگر جامع انداز میں ان کا جائزہ لیا ہے۔ عباسی دور کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے مصنف اس دور کی شاعری کے مقاصد، موضوعات، مضامین اور خیالات میں تبدیلی، لفظیات اور اسلوب کی تبدیلی کا تنقیدی اور تحقیقی انداز میں جائزہ لیتا ہے۔ اس دور کے شعراء کو دو گروہوں میں تقسیم کرتا ہے۔ شعرائے بغداد، شعرائے شام۔ شعرائے بغداد کے اہم شعراء میں سب سے پہلے بشار بن برد کے حالات زندگی زیرکی اور

حسن مزاح، اس کی شعری فکر اور نمونہ کلام کا تفصیلی جائزہ لیتا ہے۔ اس کے بعد ابوالعتاہیہ کے حالات زندگی، شاعری اور نمونہ کلام کا جائزہ لیتا ہے، ابونواس (دور عباسی کا شاعر میناو جام) کے حالات زندگی، اس کی شعری فکر، شاعرانہ خصوصیات، شاعری کے موضوعات جس میں سب سے اہم موضوع 'شعوبیت' ہے۔ جو عربوں کے نسلی تفاخر کے ردعمل میں عجمی قوموں خصوصاً ایرانیوں میں شدت سے پیدا ہوا اور اس کا اظہار شاعری میں بھی ہوا(۳)۔ اس کے بعد مصنف ابن الرومی، ابن المعتز، الشریف الرضی، طغرائی کے حالات زندگی، شعری فکر اور نمونہ کلام کا جائزہ لیتا ہے۔

شعرائے شام کے حوالے سے شام میں شاعری کا مختصر جائزہ لیتے ہوئے اس دور کے شعراء میں ابوتمام جس نے اپنا مشہور انتخاب حماسہ مرتب کیا۔ بحتری، متنبّی، ابوفراس الحمدانی، ابوالعلامعری کے حالات زندگی، شاعری اور نمونہ کلام کا جائزہ لیا ہے۔ عربی شاعری میں فکر کے عنصر کے حوالے سے ابوالعلامعری کی شاعری کا تفصیلی وتنقیدی جائزہ لیا ہے۔ مصنف نے اندلسی دور کی شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے اندلس میں اموی حکومت کے عروج وزوال کے سیاسی حالات کا جائزہ لیتے ہوئے اندلسی شعراء کے حالات زندگی، شاعری اور نمونہ کلام کا جائزہ لیا ہے۔ ان کی شعری اصناف اور موضوعات کا ذکر کیا ہے۔ اندلسی عہد کے آٹھ اہم شعراء کی شاعری اور نثر کا جائزہ لیا گیا ہے۔ ان میں ابن عبدربہ، ابن ہانی الاندلسی، ابن حزم، ابن زیدون، معمد بن عباد، ابن خفاجہ الاندلسی اور آخری ادیب اور شاعر لسان الدین بن الخطیب نمایاں ہیں۔ مصنف فاطمی دور میں مصر میں نثر نگاری اور شاعری کا جائزہ لیتے ہوئے چوتھے فاطمی خلیفہ المعزالدین اللہ کے سپہ سالار جوہر صقلی کے بارے میں بتایا ہے کہ اس نے مصر فتح کرنے کے بعد دیگر تعمیرات کے ساتھ جامع الازہر کی بھی بنیاد رکھی۔

مصر کے اہم شعراء جن میں انشاء پرداز بھی تھے ان میں کمال الدین ابن النبیہہ، ابن الفارض، ابن عربی اور بہاءالدین زہیر نمایاں ہیں۔ ان میں ابن عربی نے تصوف وعرفان کی دنیا کو اپنے افکار سے بہت متاثر کیا۔ مصنف نے ان کی شاعری اور نمونہ کلام پر بحث کی ہے۔ ترکی دور کا جائزہ لیتے مصنف بتاتا ہے کہ سقوط بغداد کے بعد قاہرہ نے بغداد اور قرطبہ کی جگہ کیسے سنبھالی۔ پھر وہ ترکی دور کے تین اہم شعراء کے حالات زندگی، شاعری اور نمونہ کلام کا مختصراً جائزہ لیتا ہے(۴)۔ عربی ادب میں قصے کہانیوں کی روایت کہاں سے آئی اور 'الف لیلہ ولیلہ'' کی اہمیت اور روایت پر بات کرتا ہے، موجودہ دور میں عربی ادب کی کیا روایت ہے اور عربوں کی بیداری میں کن وسائل نے اہم کردار ادا کیا؟۔ مشہور عرب اہل قلم اور ادباء کون تھے اور عربی زبان وادب کی ترویج میں ان کے علم وکردار کے حوالے سے جائزہ لیا ہے۔ ان میں طٰہٰ حسین، احمد حسن زیات، شیخ محمد عبدہ، احمد امین اور دیگر نمایاں نام ہیں(۵)۔ جدید عربی شاعری کے نمائندہ شاعروں میں سے عربی شاعری کے تن مردہ میں نئی روح پھونکنے اور اس کا رنگ روپ سنوارنے کا سہرا قاہرہ کے شاعر محمود سامی البارودی کے سر جاتا ہے۔ مزید برآں جدید شعراء میں مصنف احمد شوقی، خلیل مطران، حافظ ابراہیم اور دیگر شعراء کے فن شاعری کا جائزہ لیتا ہے۔

شاعری کے بعد مصنف قدیم نثر کو پس منظر بناتے ہوئے جدید عربی ادب میں افسانہ، ناول اور ڈرامہ کے فن کا جائزہ لیتے ہوئے چند اہم افسانوں اور افسانہ نگاروں، ناولوں اور ناول نگاروں، ڈراموں اور ڈرامہ نگاروں کے فکر وفن پر اظہار خیال کرتا ہے(۶)۔

جدید شعراء کی شاعری کو تقریباتی شاعری کہہ کر ان کا خاکہ اڑنے کی کوشش میں پیش پیش شعراء میں ابراہیم

ناجی،علی محمود طہ، ابوالقاسم شابی اور کچھ ایسے شعراء جو بیرون ممالک ہجرت کر گئے۔ ان میں جبران خلیل جبران، میخائیل نعیمہ اور ایلیا ابو ماضی کا گروہ شامل ہے(۷)۔

مصنف عربی شاعری میں غالب آنے والے چار بڑے رجحانات کے حوالے سے ذکر کرتا ہے کہ یہ کس پس منظر کے نتیجے میں ظہور پذیر ہوئے۔ اس دور میں آزاد شاعری کے رجحان نے تحریک پائی کیونکہ عراق کے سیاسی اور سماجی مسائل نے ان کے شعور و آگہی کو تیز و تند کر دیا تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ شاعری کی نوعیت ایسی ہو جو عام لوگوں کے مسائل کی عکاسی کرے۔ اس کی پاداش میں انہیں حکومتی ظلم و ستم کا نشانہ بننا پڑا۔ ان شعراء میں نازک الملائکہ، بدر شاکر السیاب، عبدالوہاب البیاتی اور بلند الحیدری کے نام نمایاں ہیں۔ مصنف شامی شاعر یوسف الخال کی زیرادارت مجلّہ شعر کا ذکر کرتا ہے جس سے وابستہ شعراء نے اپنے مخصوص نقطہ نظر سے عربی شاعری کے میدان میں کچھ وسعت پیدا کی لیکن بوجوہ یہ ۱۹۵۵ء تا ۱۹۷۰ء جاری رہا اور پھر ہمیشہ کے لیے بند ہو گیا۔ آزادی شاعری کے نمائندہ شعراء اس میں باقاعدگی سے لکھتے تھے۔

اسرائیل کے ہاتھوں جون ۱۹۶۷ء کی شکست کے بعد، عربی افسانہ اور عربی شاعری کے رجحانات میں نمایاں تبدیلیاں ہوئیں۔ اس کے نتیجے میں مزاحمتی ادب منظر عام پر آیا۔ ان میں محمود درویش، سمیح القاسم اور توفیق زیاد کی شاعری ان کے جذبات اور امنگوں کی ترجمان ہے۔ اس کی پاداش میں انہیں بہت ظلم اور زیادتی کا نشانہ بننا پڑا(۸)۔

عربی ادب کے حوالے سے محمد کاظم کا ایک کارہائے نمایاں اخوان الصفاء ہے۔ یہ مضمون دو حصوں میں پہلے فنون میں شائع ہوا اور بعد میں کتابی شکل میں ۲۰۰۳ء میں سامنے آیا۔ یہ عباسی دور میں مسلم اہل فکر کی ایک خفیہ تنظیم تھی۔ اس جماعت نے خفیہ طور پر جو مکاتیب قلم بند کیے ان کی تعداد ۵۲ ہے۔ نو سو سال بعد آج بھی اپنی اصل حالت میں محفوظ اور بآسانی دستیاب ہیں۔ اس دور میں خفیہ رہنے کی وجہ اہل اقتدار کا دباؤ تھا(۹)۔

مصنف نے عربی زبان باقاعدہ درسی طور پر نہیں پڑھی محض اپنے شوق کی خاطر اس میں بقدر خاطر استعداد حاصل کی۔ اس ضمن اس نے جاہلی شعراء کے کلام کا جو ترجمہ کیا ہے وہ بہت سادہ اور آسان زبان میں کیا ہے۔

قفا نبک من حبیب و منزل وما زال تشرابی الخمور ولذتی
بسقط اللوی بین الدخول فحومل (۱۰)

جاہلی شاعر امرؤالقیس کے اس شعر کا ترجمہ مصنف اس طرح کرتا ہے:

ترجمہ: ذرا ٹھہرو دوستو کہ ہم ایک محبوبہ اور اس کے مسکن کی یاد میں آنسو بہالیں جو دخول اور حومل کے درمیان ٹوٹتی ریت واقع ہے۔

طرفہ بن العبد کا یہ شعر اور ترجمہ دیکھیں:

وما زال تشرابی الخمور ولذتی
وبیعی وانفاقی طریفی ومتلدی
الی ان تحامتنی العشیرۃ کلھا
وافردت افراد البعیر المعبد (۱۱)

ترجمہ: میری شراب نوشی اور لطف اندوزی کا عالم وہی رہا ہے اسی طرح میں اپنی نئی اور موروثی جائیداد کو خریدتا اور بیچتا رہا ہوں یہاں تک کہ میرے اہل خاندان نے مجھ سے کنارہ کشی کر لی اور مجھے ایک ایسے اونٹ کی طرح الگ کر دیا جسے خارپشت کا روگ لگ گیا ہو۔

زہیر بن ابی سلمیٰ کے اس شعر کا ترجمہ دیکھیں:

فلا تکتمن اللہ ما فی صدورکم

لیخفی ومہما یکتم اللہ یعلم

یؤخر فیوضع فی کتاب فیدخر

لیوم حساب او یعجل فینقم (۱۲)

ترجمہ: جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ اللہ سے ہرگز نہ چھپاؤ اس خیال سے کہ وہ مخفی رہے اس لیے کہ جو کچھ بھی اللہ سے چھپایا جائے وہ اسے جان لے گا۔ یا تو اسے تاخیر میں ڈالا جائے گا اور ایک کتاب میں لکھ کر یوم حساب تک محفوظ کر دیا جائے گا یا پھر اس سے جلد ہی نمٹا جائے گا اور یہیں اس کی سزا دی جائے گی۔

لبید کا شعر اور اس کا ترجمہ دیکھیں:

عفت الدیار محلہا فمقامہا

بمنیً تابد غولہا فرجامہا (۱۳)

ترجمہ: مقام منیٰ کے دیار جن میں کچھ دن ٹھہرے تھے اور پھر زیادہ عرصہ بھی وہاں قیام رہا سب مٹ گئے اور غول اور رجام کے پہاڑی ڈیرے بھی اجاڑ ہو گئے۔

عمرو بن کلثوم کے فخریہ معلقے نے اس کے قبیلے کو اتنا مگن کر دیا کہ اس کے قبیلے بنو تغلب کے لوگوں نے اسے بار بار پڑھا تو ایک شاعر یہ کہہ اٹھا:

الھی بنی تغلب عن کل مکرمة

قصیدة قالھا عمرو بن کلثوم

یفاحرون بھا مذ کان اولھم

یا للرجال لشعر غیر مسؤم (۱۴)

ترجمہ: بنو تغلب کو عمرو بن کلثوم کے ایک قصیدے نے اتنا مگن کر دیا کہ اب وہ سارے اچھے کام چھوڑ چکے ہیں۔

محمد کاظم نے عربی ادبیات کے حوالے سے سرزمین حجاز کے علاوہ دیگر عرب شعراء کی فکر وفن کو بھی موضوع بنایا اور ان کے اسلوب، موضوعات کا جائزہ وسیع الذہنی کے ساتھ لیا ہے۔ ان کے کلام میں فحش نگاری کو بھی اس عہد کی روایت کے طور پر لیا ہے۔

عربی زبان کی اہمیت کے پیش نظر مصنف نے عربی سیکھیے کے نام سے جو کتاب لکھی اس میں عربی قواعد کی ترتیب کا خاص طور پر خیال رکھا گیا ہے۔ یہ مصنف کا عربی زبان سے قلبی لگاؤ کا ثبوت ہے کہ مصروف ترین زندگی اور دیگر مسائل حیات سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ محض ذاتی شوق کی بناء پر اس نے عربی ادبیات کے فروغ کیلئے جان جوکھم کا کام کیا۔

عربی ادبیات کا اہم محقق اور نقاد ڈاکٹر خورشید رضوی جس کے لیے عربی زبان مادری زبان کی حیثیت رکھتی ہے۔ ایک ذکی الحس ادیب بیک وقت تحقیق اور تنقید کی خصوصیات سے متصف ہوتا ہے۔ خورشید رضوی نے ابتدائی کلاسوں میں عربی کو بطور مضمون اختیار کرلیا۔ اس کے حصول کے لیے بے مثال لگن کا ثبوت دیا۔ انسان ابتدائی عمر میں کوئی چیز سیکھتا ہے تو وہ تاحیات ذہن کے نہاں خانوں میں نقش ہو جاتی ہے اور وقت کی گرد سے کبھی نہیں دھندلاتی۔ خورشید رضوی نے اپنی عملی زندگی کا آغاز بھی عربی کے استاد کے طور پر کیا اور یوں وہ آج تک عربی زبان وادب سے وابستہ ہیں۔ اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ عربی ادبیات کے حوالے سے اس فاضل مصنف کے کام کی کیا نوعیت ہے؟ اسلوب، موضوعات اور فکر کا دائرہ کار کیا ہے۔

مصنف نے درسی نوعیت کے اسباق عربی کے طلبہ کے لیے ترتیب دیے تھے۔ طلبہ کی ذہنی صلاحیتوں کو مدنظر رکھتے ہوئے اسلوب آسان اور سادہ ہے۔ موضوعات میں عربی شاعری کے دیوان، معلقات کے شعراء کا تعارف اور مختصر نمونہ کلام، مخضرم شعرا کا تعارف اور نمونہ کلام، اموی دور کے شعراء کو دو گروہوں میں منقسم کیا ہے اور ہر سبق کے آخر میں طلبہ کے معیار کو جانچنے کے لیے سبق میں سے حل طلب مشقیں دی ہیں۔ فکر کا دائرہ دانستہ طور پر محدود رکھا گیا ہے۔

عربی ادب کا احاطہ کیے ہوئے مصنف کی ضخیم کتاب عربی ادب قبل از اسلام کی نوعیت عربی ادب سے زیادہ عرب اقوام اور قبائل کی تفصیل سے بھرپور ہے۔ عربی ادب کی تاریخ کے حوالے سے تحریر کی گئی کتب کا آغاز میں ذکر کیا ہے۔ مصنف کی مذکورہ بالا عربی ادب کی کتاب جلد اول ہے۔ جلد دوم تا حال شائع نہیں ہوئی۔ کتاب ھذا اس قدر تفصیل سے لکھی گئی ہے جو اردو داں طبقے کے لیے بلحاظ اسلوب اور موضوعات قدرے مشکل ہے۔ دور جاہلیت کے ادبی سرمایے میں نثر کے حوالے سے لفظوں پر گرائمر کے لحاظ سے بہت بحث کی گئی ہے جو اگر نہ بھی دی جاتی تو بات سمجھ میں آسکتی تھی۔ ضرب الامثال کے سلسلے میں جو واقعہ ساتھ دیا ہے وہ معلوماتی ہے اس سے ضرب المثل کا سیاق وسباق سمجھنا آسان ہے۔ صفحہ ۱۸۸ پر سجع نثر پر بات کرنے سے پہلے لفظ 'سجع' پر طویل رائے غیر ضروری ہے۔ اس لیے عربی ادب کی تاریخ جو سات سو سے اوپر صفحات کا احاطہ کیے ہوئے ہے لیکن معلقات اور اصحاب معلقات پر اختتام پذیر ہو جاتی ہے۔

جاہلی شاعری حقیقت یا افسانہ پر بحث میں مصنف عالمانہ اسلوب میں بات کرتا ہے اس پر شکوک کا ردعمل اس پر بھی مستزاد قدیم جاہلی شاعری کے منتخب مجموعوں کا ذکر کرتے ہوئے ان کی بے جا تفصیل بیان کی گئی ہے۔ دیوان الحماسہ کے ضمنی ابواب کی تفصیل دی ہے معلقات کی تفصیل تو کسی حد تک روا ہے۔ معلقات کے شعرا میں محمد کاظم نے عنترہ کو آخر میں جگہ دی ہے جبکہ خورشید رضوی نے حارث بن حلزہ کو آخر میں رکھا ہے۔ اس کے حوالے سے ان دونوں اصحاب نے کوئی تذکرہ نہیں کیا۔ اصحاب معلقات کا جائزہ خورشید رضوی نے بہت تفصیل سے لیا ہے اور مزید تفصیل حواشی

میں بھی دی ہے (۱۵)۔امرؤالقیس کا لقب 'الملک الضلیل' کا ترجمہ خورشید رضوی نے 'شاہِ گم راہ' کے نام کیا ہے جبکہ محمد کاظم نے 'دربدر پھرنے والا بادشاہ' اور 'شاہِ گم کردہ راہ' کے نام سے کیا ہے۔عربی زبان میں دونوں کی حیثیت مسلمہ ہے۔ معلقات کے تمام شعراء کے حالات زندگی،نمونہ کلام،دواوین کا جائزہ خورشید رضوی نے تفصیلاً لیا ہے (۱۶)۔

مصری ڈاکٹر طٰہٰ حسین پر مصنف کا مضمون قدرے مفصل انداز میں ہے۔اسلوب بھی سلیس ہے لیکن اس میں عربی ادب کے حوالے سے اس کی تحریروں کا کوئی خاص حوالہ نہیں ہے۔اس کی تصنیف فی الادب الجاھلی کا مختصر تذکرہ ہے اور اس کی خودنوشت الایام کا ذکر مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر طٰہٰ حسین کے حالات زندگی کا بیان اس خودنوشت کے حوالے سے دیا گیا ہے۔ڈاکٹر طٰہٰ حسین نے اقبال پر عربی زبان میں مضمون لکھا۔خورشید رضوی نے اس کا اردو ترجمہ کر کے اردو ادب کے قارئین کو اقبال کے بارے میں طٰہٰ حسین کے نظریات سے متعارف کروانے کی کوشش کی ہے۔اس میں طٰہٰ حسین نے اقبال کو عرب شاعر ابوالعلا مردی کے مماثل قرار دیا ہے۔دوسرا مضمون مصنف نے 'اقبال،عربی اور دنیائے عرب' کے عنوان سے تحریر کیا ہے۔اس میں عربی شاعری اور عرب ثقافت سے اقبال کے لگاؤ اور عربوں کی اقبال سے عقیدت مندی کو بیان کیا ہے (۱۷)۔مصنف نے پنچ تنتر کلیلہ و دمنہ پر جو مضمون تحریر کیا ہے اس میں اس کے ہندی الاصل ہونے اور ایران تک جانے کا قصہ بیان کیا ہے اسکے بعد یہ دنیائے عرب میں کب اور کیسے پہنچی اس حوالے سے کچھ نہیں بتایا۔'عربی شاعری اندلس میں' (ایک طائرانہ جائزہ) خاصا مفصل مضمون ہے۔اندلس میں تخلیق ہونے والی عربی شاعری کے اولین قابل ذکر محفوظ رہ جانے والے نمونے کا ذکر کیا ہے۔اندلس میں عہد بہ عہد اموی حکمرانوں اور ان کے دورِ حکومت میں عربی ادب کے ارتقا پر بحث کی ہے۔اندلسی شاعری بھی عربی شاعری کی روایت کی گرفت میں ہے۔مصنف نے ابونواس کے حوالے سے بتایا ہے کہ اس نے جاہلی شاعری کی فرسودہ روایت پر پھبتی کسی ہے کہ نشانات دیار پر کھڑا ہو کر رونے کی بجائے بیٹھ کر روئے لیکن ابونواس کا پس نظر بیان نہیں کیا کہ اس پر اپنی ماں کی وجہ سے ایرانی اثرات کا غلبہ تھا اور اس لیے اس کی شاعری میں 'شعوبیت' کا رجحان ملتا ہے۔

مصنف نے اندلس کے مختلف شعراء کے بارے میں بتایا ہے کہ شاعری کا ذوق اندلسی ثقافت کی رگ و پے میں سرایت کر گیا تھا۔یہاں مرثیے کی روایت تو مشرق سے ہی آئی تھی اور اموات پر انہی روایتی اسالیب میں اظہار رنج و غم کیا جاتا تھا۔اندلس کے دیگر شعراء کے علاوہ مصنف دو سیاستدان شعراء کا ذکر کرتا ہے۔ان میں ابوالقاسم محمد بن عباد المعتمد جو اشبیلہ و قرطبہ کا فرماں روا ہونے کے ساتھ شاعر آدمی تھا۔اس کی شاعری کے نمونہ کلام کا تفصیل سے ذکر کرتا ہے۔دوسرا ابن الخطیب جو 'ذوالعمرین' (دو زندگیوں والا) کے خطاب سے مشہور تھا۔اس کا دن سیاسی امور میں اور رات پڑھنے لکھنے میں بسر ہوتی تھی۔لیکن دونوں کا انجام انتہائی المناک ہوا۔بعض لفظوں کی گرائمر کی رو سے تصحیح کی تفصیل مصنف نے حواشی میں دی ہے۔

عربی ادب کے حوالے سے مصنف کا تحقیقی مضمون 'حجرہ نبویہ پر نعتیہ اشعار' کے عنوان سے ہے۔مصنف نے ان اشعار کے شاعر اور انہیں کندہ کروانے والے فرماں روا کا تحقیقی نقطہ نظر سے جائزہ لیا ہے۔عربی شعراء کا تذکرہ 'قلائد الجمان' مورخ اور ادیب ابن الشعار کا ہے۔مصنف کی یہ بے مثال تحقیق درحقیقت اس کا پی ایچ ڈی کا مقالہ ہے۔مذکورہ

مجموعے کی پہلی جلد کے مخطوطے کے ساٹھ اوراق پر محنت طلب کام مصنف نے عرصہ پانچ سال میں مکمل کر کے ڈاکٹریٹ کی سند حاصل کی۔ اس کام کے بعد مصنف کو اس مجموعے کی خستہ حال چھٹی جلد کی تحقیق وتدوین کا کام موصل یونیورسٹی کے ایک استاد سے ملا جو اس نے بہت محنت سے خوش اسلوبی سے پایہ تکمیل تک پہنچا دیا اور اسے پنجاب یونیورسٹی نے شائع کیا۔ خورشید رضوی کا یہ تحقیقی کام عربی زبان میں ہے۔ اس لیے اگر محمد کاظم نے اس کا فنون میں تعارف نہ کرایا ہوتا تو شاید کسی کو پتہ بھی نہ چلتا۔ محمد کاظم نے آسان فہم اسلوب میں اردو زبان میں اس تذکرے کے مورخ ابن الشعار کا تعارف کروایا ہے اور پھر اس کے تحقیقی کام کی نوعیت کی مکمل تفصیل دی ہے۔

خورشید رضوی نے نامور ترک محقق ڈاکٹر فواد سیزگین کے تیرہ عربی خطبات کا اردو ترجمہ کیا ہے۔ لیکن ان کا تعلق عربی ادبیات سے نہیں ہے۔ صرف ایک تیرہواں خطبہ 'قدیم عربی شاعری......حقیقت یا افسانہ' اہم ہے جس میں مختلف مستشرقین کی آراء کو حوالہ بنایا ہے۔ مصنف ڈاکٹر فواد کی یہ رائے پیش کرتا ہے:

> ''تدوین حدیث اور تدوین شعر میں یہ فرق ضرور ہے کہ حدیث میں وہ اسناد بھی موجود ہوتا ہے جو مصادر کی نشاندہی کرتا ہے جبکہ شعر میں راویوں کی کڑیوں کا ذکر نظر انداز کر دیا جاتا ہے تاہم بعض دستاویزوں میں قصائد کے راویوں کا سلسلہ اسناد بھی مذکور ہے جو جاہلی دور کے قدیم ترین راوی تک پہنچتا ہے''۔ (۱۸)

خورشید رضوی کی عربی دانی سے انکار نہیں لیکن اسلوب میں تفصیل پسندی اور تکرار معنوی کھٹکتی ہے مگر یہ ایک طرح سے مصنف کی مجبوری ہے کہ اس نے تمام عمر ایک معلم کی حیثیت سے گزاری ہے۔ چنانچہ چھوٹی سے چھوٹی اور عام فہم بات کے لیے تشریح میں الجھ جانا استاد کی فطرت بن جاتی ہے۔ وہ اپنے قاری کی ذہنی سطح کو طالب علم کے مساوی قرار دیتے ہوئے مختلف حوالوں سے ذہن نشین کرانا چاہتا ہے حالانکہ عام قارئین ادب کی ذہنی سطح میں فرق ہوتا ہے وہ اس اسلوب سے ذہنی کوفت محسوس کرتے ہیں۔ خورشید رضوی نے جاہلی شعراء کے کلام کا اردو ترجمہ کیا ہے اس کی تفصیل ذیل میں دی جاتی ہے۔ امرؤالقیس کے معلقے کا یہ شعر ملاحظہ ہو:

قفا نبک من ذکریٰ حبیب و منزلٖ
بسقط اللویٰ بین الدخول فحوملٖ

ترجمہ: ساتھیو! ٹھہرو کہ ہم گریہ کریں محبوب اور منزل محبوب کی یاد میں (مقامات) دخول وحومل کے مابین خمیدہ ریگ تودے کے اختتام پر۔

وما زال تشرابی الخمور ولذتی
وبیعی واتفاقی طریفی ومتلدی
الی ان تحامتنی العشیرہ کلھا
وافردت افراد البعیر المعبد

ترجمہ: میری بادہ نوشی ولذت کوشی اور ذاتی وموروثی مال کو لٹانے اور بیچ کھانے کا سلسلہ دراز رہا حتیٰ کہ ساری برادری نے مجھ سے کنارہ کشی اختیار کر لی اور میں خارش زدہ اونٹ کی طرح الگ کر دیا گیا۔

فلا تکتمن اللہ ما فی صدورکم

لیخفیٰ ومھما یکتما للہ یعلم

یوخر فیوضع فی کتاب فیدخر

لیوم الحساب او یعجل فینقم

ترجمہ: سوتم ہرگز ہرگز اللہ سے دلوں کا بھید چھپانے کی کوشش نہ کرو اس خیال سے کہ وہ چھپا رہے گا جو کچھ اللہ سے چھپایا جائے گا وہ اسے جان لے گا پھر یا تو اسے موخر کیا جائے گا اور ایک نوشتے میں درج کر کے روز حساب تک کے لیے ذخیرہ کر دیا جائے گا یا پھر جلدی کی جائے گی اور فوری سزا دے دی جائے گی۔

عفت الدیار محلھا فمقامھا

بمعنی تابدغولھا فرجامھا

ترجمہ: منیٰ کے مقام پر (وہ پرانے) دیار مٹ گئے جہاں کبھی عارضی پڑاؤ رہا اور کبھی طویل اقامت اور غول سے لے کر رجام تک کا سارا علاقہ اجاڑ ہو گیا۔

الھیٰ بنی تغلب عن کل مکرمۃ

قصیدۃ قالھا عمرو بن کلثوم

یفاخرون بھا مذکان اولھم

یا للرجال لشعر غیر مسؤم

ترجمہ: بنو تغلب کو ہر شریفانہ کام سے اس ایک قصیدے نے غافل کر رکھا ہے جو عمر بن کلثوم کہہ گیا ہے۔ یہ اپنے جدِاعلیٰ کے زمانے سے مسلسل اسے پڑھتے چلے آ رہے ہیں دہائی ہے اے لوگو یہ بھی کیا نظم ہوئی کہ اس سے (کسی صورت) انکا جی ہی نہیں بھرتا۔

خلاصہ بحث:

محمد کاظم اور ڈاکٹر خورشید رضوی جن کا شمار اردو ادب کے ممتاز ادبا میں ہوتا ہے اور ان کی سب سے نمایاں خصوصیت یہ ہے کہ اردو ادب کے ساتھ ساتھ عربی ادب سے بھی گہری وابستگی رکھتے ہوئے کئی ایک کتب کا ترجمہ اور تالیف کا کام کیا ہے۔ جہاں تک اس تحقیقی کام میں دونوں ادبا کا تعلق ہے جو انہوں نے زمانہ جاہلیت کے مشہور شعرا کے قصائد کا ترجمہ کیا ہے جن کا شمار سبع معلقات میں ہوتا ہے تو محمد کاظم کا ترجمہ اصل متن کے زیادہ قریب ہے۔ مترجم نے عربی اشعار میں موجود تمام کلمات کے معانی و مطالب اور خاص طور پر صرفی و نحوی باریکیوں کو مدنظر رکھا ہے اور جب دور جدید کے ناول نگار، افسانہ نگاروں کا بڑی تفصیل سے ذکر کیا ہے جبکہ ڈاکٹر خورشید رضوی نے بعض اشعار میں صرف مفہوم بیان کیا ہے اور عربی ادب کی تاریخ صرف اموی دور تک بیان کی ہے جو قاری کیلیے ناکافی ہے۔ بہر حال دونوں ادیبوں کا اسلوب سادہ اور آسان فہم ہے یہ علمی و ادبی کام نہ صرف اردو کے طالب علموں کے لیے گراں قدر اضافہ ہے بلکہ عربی ادب کے طالب علم اس سے بھرپور مستفید ہو سکتے ہیں۔

حوالہ جات

۱۔ محمد کاظم، عــربــی ادب کـی تـاریخ: دور جاہلیت سے موجودہ دور تک، (لاہور: سنگ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۲ء)، ص ۲۸

۲۔ ابوزید قرشی، جمهرة العرب فی الجاهلية والإسلام، (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۱ء، ص ۸۱

۳۔ ابن قتیبۃ، الشعر والشعراء، (مصر: دار الکتاب، ۲۰۰۱ء)، ص ٦٦

۴۔ احمد حسن زیات، تــاریخ ادب عـربـی، (لاہور: شیخ غلام علی اینڈ سنز، ۱۹۷۲ء)، مترجم، عبدالرحمٰن طاہر سورتی، ص ۵۳

۵۔ عمر فروغ، دار العلم للملایین، بیروت، ۲۰۰۵ء، ۸۱/۲

۶۔ أحمد حسین ھیکل، الأدب القصصي والمسرحي في مصر، (مصر: دار الکتاب، ۲۰۰۱ء)، ص ۹۹

۷۔ کلیات خلیل جبران، (لاہور: فکشن ہاؤس، ۱۹۹۵ء)، مترجم: ملک اشفاق، ص ۸۸

۸۔ محمود درویش، دیوان محمود درویش، (بیروت: دار صادر، ۱۹۹۹ء)، ۵۲/۱

۹۔ محمد کاظم، اخوان الصفا اور دوسرے مقالات، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۰۳ء)، ص ۳۳

۱۰۔ امرؤالقیس، دیوان امرء القیس، (مصر: دار لمعارف، ۱۹۸۴ء)، ص ۳٦۵

۱۱۔ طرفۃ بن العبد، دیوان طرفة بن العبد، (مصر: دار الکتاب العلمیۃ، ۲۰۰۲ء)، ص ۴۵

۱۲۔ زھیر بن ابی سلمی، دیوان زھیر بن ابی سلمی، (مصر: دار لمعارف، ۱۹۸۸ء)، ص ۱۲۳

۱۳۔ لبید بن ربیعۃ، دیوان لبید بن ربیعة العامری، (مصر: دار لمعارف، ۲۰۱۱ء)، ص ۲۸۱

۱۴۔ عمرو بن کلثوم، دیوان عمرو بن کلثوم، (مصر: دار الکتاب العربی، ۱۹۹۱ء)، ص ۱۲۱

۱۵۔ محمد کاظم، عربی ادب میں مطالعے، (لاہور: سنگِ میل پبلی کیشنز، ۲۰۱۲ء)، ص ۸۷

۱٦۔ خورشید رضوی، عربی ادب قبل از اسلام، (لاہور: ادارہ اسلامیات پبلی کیشنز، ۲۰۱۰ء)، ص ۹۱/۱

۱۷۔ خورشید رضوی، تالیف، (لاہور: شہ تاج مطبوعات، ۱۹۹۵ء)، ص ۱۱٦

۱۸۔ خورشید رضوی، تاریخ علوم میں تهذیب اسلامی کا مقام، خطبات ڈاکٹر فواد سیزگن، (اسلام آباد: ادارہ تحقیقاتِ اسلامی، ۱۹۹۴ء)، (ترجمہ)، ص ۲۱۷

۱۹۔ خورشید رضوی، عـربـی شـاعـری ایک تـعـارف (آغـاز تاعهد بنی أمية)، (لاہور: شیخ زید اسلامک سنٹر، جامعہ پنجاب ۲۰۱۳ء)، ص ۵۱